© rasailojaraid.com

شاہ ولی اللہ ـ تاریخی پس منظر

علمی و فکری روایات

یوں تو سرزمین پاک و ہند اسلام سے اس کی ابتدائی صدیوں ہی میں متعارف ہو گئی تھی، سندھ عرب حملہ آوروں کے ذریعہ اور جنوبی ہندوستان کے ساحلی مقامات مسلمان تاجروں کی وساطت سے۔ لیکن ان انتہائی شمال مغرب اور انتہائی جنوب کے علاقوں سے اسلام کے اثرات برصغیر کے دوسرے حصوں میں نہ پہنچ سکے اور یہ کمی اس وقت پوری ہوئی جب سنہ ۱۰۰۱ء میں اٹک پار سے مسلمان فاتح پانچ دریاؤں کی سرزمین میں داخل ہوتے ہیں۔ اور اس کے بعد ان کے سلسلہ برابر جاری رہتا ہے۔ اور ایک وقت آتا ہے کہ وہ سارے برصغیر کو فتح کر لیتے ہیں اور ہرات اور کابل سے لیکر مدراس اور بنگال تک کے یہ سب علاقے ان کے زیر نگیں ہو جاتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ سندھ پر اسلامی حکومت کی وجہ سے اسلام کے بہت اثرات پڑے ہوں گے۔ لیکن یہ بھی اپنی جگہ بالکل صحیح ہے کہ سرزمین سندھ نے بھی عربوں اور مسلمانوں کو اس دور میں بہت کچھ دیا۔ مشہور علم ہیئت کی تصنیف "سدھانت" ایک عالم کے ذریعہ سندھ سے منصور عباسی کے زمانے میں بغداد پہنچی اور

---

[1] یہ اس سلسلے کا تیسرا مضمون ہے۔ پہلے مضمون میں شاہ ولی اللہ کے تاریخی پس منظر کے ضمن میں آپ کے خاندان کا ذکر ہے۔ دوسرے مضمون میں تاریخی و سیاسی حالات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اور اس مضمون میں مختصراً وہ فکری و علمی روایات پیش کی گئی ہیں، جن کے شاہ ولی اللہ صاحب وارث ہوئے ـــــــــ محمد سرور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہی عالم ریاضی کا ایک رسالہ بھی اپنے ساتھ لیتا آیا تھا، جس نے عربی ریاضی کی بنا ڈالی تھی۔ اس رسالے کا عربی ترجمہ ابراہیم الفزاری (۷۹۶ء اور ۸۰۶ء کے درمیان) نے کیا تھا۔ اسی رسالے کے وسیلے سے مسلمان صفر اور ہندی اعداد کے استعمال سے روشناس ہوئے تھے ۔۔۔ علم الحساب اور الجبرا پر جو قدیم ترین عربی رسالہ لکھا گیا ہے، اس کا مصنف بھی الخوارزمی ہی تھا۔ اس کی وہ کتاب جو اس نے ہندوی طریق احصا پر قلم بند کی تھی، اس کی بنیادوں پر ہمارے علم ریاضی کی عمارت کھڑی ہوئی ہے۔"[1]

علم الافلاک و ہیئت کی اس کتاب "سدھانت" نے بقول مصنف آب کوثر "عربوں کی علم ہیئت پر گہرا اثر ڈالا۔ ہندو فاضل کے بغداد میں کئی شاگرد ہوئے، جنہوں نے سدھانت کے اصولوں کو اپنے طرز پر عربی میں منتقل کیا۔۔۔ (بعد میں) سب ترقیوں کے باوجود ایک مدت تک عرب ہیئت داں بغداد سے لے کر اسپین تک اسی ہندی کتاب سدھانت کے پیچھے لگے رہے اس کے خلاصے کئے۔ اس کی شرحیں لکھیں۔۔۔" علم ہیئت وحساب کے علاوہ سندھی عالموں نے عربوں کو ہندی طب سے بھی متعارف کرایا اور یہیں سے حکمت ودانش کی کئی کتابیں بغداد پہنچیں، اور وہاں ان کے عربی میں ترجمے ہوئے۔ مزید برآں اور بہت سے فنون پر سنسکرت کی کتابوں کے عربی میں ترجمے کئے گئے اور اس طرح یونانی اور ایرانی اثرات کے ساتھ ساتھ عربی اور اسلامی تہذیب نے بڑے کھلے دل سے سندھ کے اثرات قبول کئے اسی سلسلے میں نفحات الانس میں مولانا جامی نے لکھا ہے کہ "بایزید (بسطامی) گوید من از ابوعلی (سندھی) علم فنا در توحید آموختم و ابوعلی (سندھی) از من الحمد و قل ہو اللہ احد[2]" انہی تاریخی شواہد کی بنا پر بعض مستشرقین کا خیال ہے کہ اسلام میں تصوف کا آغاز بھی ہندوستانی اثرات کی وجہ سے ہوا۔" (آب کوثر)

یہ تو بہر حال ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے۔ اس ضمن میں مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم فرماتے تھے کہ جب سنہ ۱۰۰۰ء میں مسلمان اٹک پار سے پنجاب اور وادی گنگ وجمن کی طرف بڑھے ہیں، تو سندھ کے راستہ سے

---

[1] مسلمانوں کے افکار۔۔۔ تصنیف پروفیسر میاں محمد شریف ص ۵۶

[2] آب کوثر ص ۱۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہندوستان کے علوم و معارف جو بغداد پہنچے تھے، ان کی وجہ سے ان حملہ آور مسلمانوں کے ساتھ یا ان کے بعد جو اہل علم و عرفان آئے، وہ ہندوستان کے علوم و معارف سے کماحقہ' واقف ہو چکے تھے۔ بلکہ بغداد کی عالمی تہذیب سے مستفید ہو کر وہ ان علوم و معارف میں بہت کچھ اضافہ بھی کر چکے تھے چنانچہ یہ نو وارد مسلمان نہ صرف ایک ترقی یافتہ اور زیادہ موثر فوجی نظام اور بہتر سیاسی ہیئت اجتماعیہ کے حامل تھے بلکہ وہ ایک برتر عالمگیر مذہب کے ساتھ ساتھ فکر و دانش کے اعلیٰ معیار بھی ہمراہ لائے تھے محض فوجی و سیاسی تنظیم کے اعتبار سے ان کا پلّہ بھاری نہ تھا بلکہ وہ علمی، عقلی، اخلاقی اور تہذیبی لحاظ سے بھی ہندو اہل کمال پر فوقیت رکھتے تھے۔ بات یہ ہے کہ ہندوستانی علم و فلسفہ اور تہذیب و تمدن باہر کی دنیا سے کٹ کر اور ملکی حدود میں گھر کر رُکے ہوئے پانی کی طرح زندگی کی حرکت کھو بیٹھا تھا، لیکن آنیوالے مسلمان اہل علم و عرفان کے پاس اپنا مذہب یعنی اسلام تو تھا ہی اس کے علاوہ وہ یونانی، ایرانی، ہندوستانی، مصری، بلکہ دنیا کی دوسری تہذیبوں کے باقیات صالحات سے بھی متمتع ہو چکے تھے۔ اور ان کے پاس ایک بہتر اور وسیع مشرب کلچر تھا۔ جس میں اس وقت تک کی تہذیبوں کے سب سوتے مل چکے تھے، مثال کے طور سے غزنویوں کے عہد کے عالم البیرونی کو دیکھئے۔ تاریخ الحکما میں لکھا ہے کہ "اس نے چالیس سال سے زیادہ تحصیل علوم میں صرف کئے اور ایک اونٹ کے بوجھ سے زیادہ کتابیں لکھیں۔۔۔ البیرونی نے علوم تاریخ، سنین، ریاضی، ہیئت جغرافیہ، طبیعات، کیمیا اور علم معدنیات میں کتابیں تصنیف کیں۔ وہ عربی، فارسی، ترکی، خوارزمی کے علاوہ عبرانی اور یونانی سے واقف تھا۔ اور سنسکرت میں تو اس نے عربی سے کئی کتابیں ترجمہ کیں" اس کی کتاب الہند تو عالمی شہرت حاصل کر چکی ہے۔

اسی دور کے ایک صاحب معرفت بزرگ داتا گنج بخش ہیں۔ یہ غزنی کے نواح میں پیدا ہوئے اور پھر تحصیل فیض کے لئے آپ نے مشرق کے تمام اسلامی ممالک کی سیاحت کی، اور آخر میں لاہور تشریف لائے۔ آپ کی کتاب کشف المحجوب اب تک اہل تصوف کا مرجع ہے۔

ایک ہزار سن عیسوی میں اٹک پار سے آنے والے مسلمان فاتحوں کا دور شروع ہوتا ہے لیکن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دو سو سال تک ان کی عمل داری صرف پنجاب تک محدود رہی، اس کے بعد دہلی اُن کا پایۂ تخت بنتا ہے، اور فتوحات اور توسیع مملکت کا سلسلہ آگے بڑھتا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے، جب کم و بیش مسلمانوں کے تمام علوم مدوّن ہو چکے تھے اور علم و فن کی ہر صنف میں ان کے ہاں مستقل مکاتب خیال قائم ہو گئے تھے۔ تفسیر، حدیث، فقہ اور علم کلام کی اساسی کتابیں وجود میں آچکی تھیں۔ الکندی سے لے کر ابن رشد (متوفی ۱۱۹۸ء) تک تمام نامور مسلمان فلسفی گزر چکے تھے۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی جنہیں تصوف کا علمی و فکری بانی کہا جاتا ہے، ان کا سن وفات ۱۲۴۰ء ہے۔ علم کلام میں اشعری و ماتریدی سکول بروئے کار آچکے تھے، اور فقہ چار مذاہب میں بڑی سختی سے پابند کردی گئی تھی اور امام غزالی کو وفات پائے بھی کافی عرصہ ہو گیا تھا۔

مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم نے اپنی کتاب "ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت" میں ہندوستان کے اس علمی "پُرسکون ماحول" کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

"مسلمانوں نے تو اس ملک کو وطن بنانے کے بعد تعلیم کا جو خاکہ تیار کیا تھا اس میں نظام کی وحدت کے ساتھ ساتھ علم کی طغیانی کے نشے پر ات الحی ر بلک المرجعی، کی ترشی کا نچوڑنا بھی تعلیم کا قریب قریب ایک لازمی جزو قرار دیا گیا تھا، تاکہ دماغ کی لگام ہمیشہ دل کے ہاتھوں میں یا عقل کی باگ ایمان کے پنجوں میں دبی رہے۔

"اس ملک میں جب اسلام آیا، تو دین کا سارا ذخیرہ بحمداللہ منقح ہو چکا تھا۔ حدیثوں کی تنقیح ہو چکی تھی۔ فقہ کے اصول منضبط ہو چکے تھے۔ یہاں کے اہل علم کو یہ ساری چیزیں پکی پکائی حالت میں ملی تھیں۔ اس لئے مذہب کے متعلق صرف عمل کا کام رہ گیا تھا۔ یا زیادہ سے زیادہ حوادث یومیہ جو لامحدود ہیں، ان کے متعلق فقہی کلیات کی روشنی میں حکم پیدا کرنا۔ اس وقت تک اس ملک کے مذہبی دائروں میں نہ فساد تھا، نہ جھگڑے۔ ایک روح پرور سکون کا عالم تھا، جو طاری تھا۔"

ظاہر ہے اس قسم کا "روح پرور سکون کا عالم" ذہنوں کو جامد بھی کر سکتا ہے، اور خاص طور سے جب حالت یہ ہو، جیسا کہ مولانا مناظر احسن لکھتے ہیں "تقریباً صدیوں اس ملک کے مسلمانوں میں شیعہ اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سنی یا حنفی و شافعی کے اختلافات بھی نہیں پائے جاتے تھے۔ سب کا ایک مسلک ایک مشرب تھا۔" یہ سرزمین جو صدیوں سے علم و حکمت کا مرکز رہ چکی تھی، اور جہاں کے علوم و فنون ایک زمانے میں عربی میں منتقل ہو کر تمام دنیائے اسلام میں پھیلے، جب خود مسلمان یہاں آکر بسے اور عرصہ دراز تک ان کی یہاں حکمرانی رہی تو ان میں الغزالی، ابن رشد، ابن سینا اور ابن عربی جیسے محقق و فلسفی نہ پیدا ہوئے تو اس کی ایک وجہ علم کا وہ "روح پرور سکون" تھا جس کا ذکر مولانا مناظر احسن نے کیا ہے[۱] لیکن صرف یہی وجہ نہیں بلکہ اس کی ایک اور وجہ بھی ہے، جس کا ذکر ذرا تفصیل کا طالب ہے۔

ابتدائی فتوحات کے بعد جب مسلمان سرزمین پاک و ہند میں ذرا جم کے بیٹھے اور ان کے لئے علمی مطالعہ و تحقیق کے سلسلہ میں یہاں کے حالات سازگار ہوئے تو اسلامی دنیا کے وہ مراکز جہاں صدیوں سے ارباب علم و حکمت دادِ تحقیق دے رہے تھے اور درس گاہوں، علمی اداروں اور کتب خانوں کا جال بچھا ہوا تھا، وہ یکے بعد دیگرے تباہ ہو گئے۔ چنانچہ جن سرچشموں سے علمی سوتے نکل کر پوری اسلامی دنیا کو سیراب کر رہے تھے، اس طرح وہ خشک ہو گئے اور اس کی وجہ سے تقلید و جمود اور قدامت پرستی مسلمانوں میں زور پکڑ گئی۔

---

[۱] خدا کا شکر ہے کہ تصوف اس "روح پرور سکون" کے دائرے سے باہر تھا۔ اور اس کے ذریعہ اس تمام عرصہ میں علم، عقل اور جذبات کی "طغیانی" کو اظہار کا آزادانہ موقع لکھتا تھا ورنہ ہندوستان کا پورا اسلامی عہد علمی لحاظ سے صرف فقہی جزدیات کا مرقع ہو کر رہ جاتا۔ مولانا مناظر احسن گیلانی اس ضمن میں لکھتے ہیں "ہمیشہ رسد طلب کی تابع رہی ہے۔ اسی پرسکون فضا میں جو اکبری عہد سے پہلے اس ملک کے دینی اور علمی دائروں پر چھائی ہوئی تھی، مسلمانوں کی ساری توانائیاں اسی مسئلے کی طرف متوجہ ہو گئی تھیں ۔۔۔ (چنانچہ) لوگوں کو اکثر حیرت رہتی ہے کہ بہ نسبت دوسرے علوم فنون کے ہندوستانی مسلمانوں کی تصنیفات کے سلسلے میں تصوف کی کتابیں زیادہ اور بہت زیادہ کیوں نظر آتی ہیں۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۰۹۷ء میں صلیبی حملوں کا آغاز ہوتا ہے۔ جو تقریباً دو سو سال تک جاری رہے۔ انہوں نے شام و فلسطین و مصر کو جو اس زمانے میں علم و حکمت کے مرکز تھے، تباہ و برباد کردیا، وہاں کے لاکھوں باشندے تہ تیغ ہوئے۔ کتب خانے جلا دیئے گئے۔ درس و تدریس کے سلسلے بند ہوگئے اور گزشتہ چار پانچ سو سال کے عرصے میں ان علاقوں میں جتنی بھی علمی و تہذیبی ترقی ہوئی تھی وہ صلیبی حملوں کی نذر ہوگئی۔ یورپ کے ان صلیبی حملہ آوروں کو روکنے کے لئے وسط ایشیا سے ترکمانوں کو بڑی تعداد میں بھرتی کرنا پڑا۔ یہ بہادر تو تھے لیکن نہ ان کی کوئی تہذیبی روایات تھیں اور نہ یہ علم وغیرہ سے بابہرہ تھے۔ مختصراً ان کے ہاتھوں میں جب اقتدار آیا، تو علم و حکمت کے لئے فضا اور بھی ناسازگار ہوگئی۔ اسی دوران میں تاتاریوں کا سیلاب پھوٹ پڑتا ہے، اور وہ دمشق سے لے کر دریائے اٹک سے اُدھر تک کی ساری اسلامی دنیا کو بہا کر لے جاتا ہے۔ چنگیز خاں نے وسط ایشیا کے آباد شہروں کو جلا کر راکھ کردیا۔ اس کے جانشین ہلاکو نے ۱۲۵۸ء میں بغداد فتح کیا، اور اسے تباہ کردیا بقول سید امیر علی:۔ "پانچ صدیوں کی جمع شدہ علمی متاع ہمیشہ کے لئے نابود ہوگئی، اور وہ طبقے جو قوم کا نچوڑ تھے مٹ گئے۔" [1]

سلطان شمس الدین التمش اور اس کے جانشینوں کی ہمت سے ہندوستان اس سیلاب سے تو محفوظ رہا۔ لیکن وسط ایشیا، عراق اور شام میں علم و حکمت اور تہذیب و ثقافت کی صدیوں سے جو شمع روشن تھی، اس کے بجھ جانے کا ہندوستان کو یہ فائدہ ضرور ہوا کہ چنگیز خاں کی تباہ کاریوں سے جان

---

[1] جب ابن سینا کا ستارہ افق پر ظاہر ہوا، تو اس زمانے کے حالات بڑے سازگار نظر آتے تھے ... لیکن عین اس وقت صلیبی حملوں نے مسلمانوں کی ساری توجہ موت و زندگی کی اس کشمکش میں اپنے آپ کو بچانے کی طرف مبذول کردی۔ اور ابھی اس سے انہیں نجات ملی ہی تھی کہ تاتاری سیلاب نے ان کو آلیا۔ اور وہ اپنے ساتھ مشرق کا تمام کلچر اور تہذیب بہا کر لے گیا۔

سید امیر علی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بچاکر بہت سے علماء وفضلا اور ارباب حکم وسیاست اِدھر آگئے ضیاء الدین برنی کے الفاظ میں "اس زمانے میں دہلی میں ہر طرف سے مخلوق امڈ کر آگئی تھی۔ چنانچہ التمش کے فضل وکرم سے یہ شہر دنیا بھر کے بڑے آدمیوں کا مرجع بن گیا"

چنگیز خاں اور ہلاکو کی تباہ کاریوں سے تو ہندوستان محفوظ رہا، لیکن بعد میں امیر تیمور نے ان کی کسر پوری کر دی۔ تغلقوں کے عہد میں اس نے دہلی پر حملہ کیا اور اس شہر کو جو التمش کے زمانہ سے ہندوستان کا پایۂ تخت چلا آتا تھا۔ جلا کر راکھ کر دیا۔ اس کے بعد پھر کہیں شاہ جہاں کے دور میں دہلی سلطنت کا مرکز بنتا ہے، اور وہاں علم وحکمت کی مسند بچھتی ہے۔

اکبر کے دور حکومت سے پہلے اسلامی ہند کی علمی زندگی میں فقہ کو غیر معمولی اہمیت حاصل تھی۔[۱] البتہ اس کے ساتھ ساتھ تصوف اس کا ایک لازمی جزو تھا۔

اس ضمن میں مولانا مناظر احسن لکھتے ہیں:۔ "ساتویں صدی سے بارہویں صدی کی اس طویل مدت میں آپ مشکل ہی سے کسی ایسے عالم کی نشان دہی کر سکتے ہیں، جس نے مدرسہ سے نکلنے کے بعد یا مدرسی زندگی کے ساتھ ساتھ کسی خانقاہ سے تعلق نہ پیدا کیا ہو ... ہمارے تعلیمی نظام کا آخری اختتامی جزو یہی چیز تھی۔ مدرسوں میں دماغوں کو بنایا جاتا تھا اور خانقاہوں میں دلوں کو سجایا جاتا تھا ..."

(نظام تعلیم وتربیت جلد دوم ص ۲۱۸)

ان حالات میں قدرتی بات تھی کہ تصوف کو زیادہ فروغ حاصل ہوتا۔ اور صوفیا کی عوام اور خواص

---

[۱] "عجیب بات ہے کہ بعض لوگ جنہیں بخارا اور سمرقند ... کے علمی ماحول کا صحیح اندازہ نہیں ہے ہندوستان کی معقولیت کا الزام ان ہی بیچارے علماء پر ڈال دیتے ہیں، جو ماوراء النہر سے ہندوستان آئے۔ حالانکہ تاتاری فتنہ کے بعد جب اس ملک میں پھر علم کا رواج ہوا تو اس میں زیادہ تر فقہ واصول فقہ جیسے علوم تھے منطق وفلسفہ سے ان کا تعلق بہت معمولی تھا"

(ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت) صفحہ ۲۰۵ جلد اول

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بلکہ درباروں میں بھی زیادہ قدر و منزلت کی جاتی چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ نہ صرف ان کی بدولت عوام میں اسلام کی اشاعت ہوئی ۔ بلکہ ان کا اثر و نفوذ ارباب حکومت پر بھی ایک قسم کے اخلاقی ضابطے کا کام دیتا رہا ہندوستانی تاریخ کے اس طویل عہد میں جو مشہور صوفیائے کرام گزرے ہیں، ان کے حالات اور ملفوظات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک طرف اسلام کے مبلغ تھے تو دوسری طرف وہ مسلمانوں کی اخلاقی تربیت بھی کرتے تھے ۔ "وہ ہر ایک کو خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان، ایک بلند تر روحانی زندگی کا پیغام دیتے اور اس کا عملی نتیجہ یہ تھا کہ کفار اسلام کی طرف راغب ہوئے ۔ اور عام مسلمان ایک پاک بےعیب زندگی کی طرف ۔"

تصوف محض ریاضتوں اور مجاہدوں کا نام نہ تھا ۔ صوفیا اپنے زمانے کے علوم پر بھی عبور رکھتے تھے ۔ نظام الدین اولیاء مروجہ درسی علوم کا نصاب ختم کرکے حضرت فرید الدین شکر گنج کی خدمت میں پہنچے تھے لیکن اس کے باوجود آپ نے انہیں "براہ راست تمہید سالمی بھی اول سے آخر تک سبقاً سبقاً پڑھائی ۔ عوارف المعارف بھی پڑھائی ۔ ۔ ۔ چھ پارے کامل تجوید کے ساتھ پڑھائے ۔" حضرت نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں :۔ اوّل دریں کار علم است" ۔ مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم کے الفاظ میں ہمارے صوفیائے کرام اشراقی حکیم ہیں ۔ انہوں نے علم و حکمت کو اشراقی طریقے پر اپنایا ۔ اور صدیوں اس پر ریاضت کی ۔ آخر تصوف میں "وحدت الوجود" کی بحثیں ہیں، اور جس پر شیخ اکبر ابن عربی نے اتنا کچھ لکھا ہے ۔ حکمت نہیں تو اور کیا ہے ۔ مشہور مورخ فرشتہ ناقل ہے کہ ابن عربی کی کتابیں حضرت سلطان المشائخ (نظام الدین اولیاء) کے زیر مطالعہ رہتی تھیں ۔ بمبئی کے نواح میں ایک بزرگ شیخ علی مہائمی گزرے ہیں ۔ آپ نے عربی میں قرآن مجید کی ایک تفسیر لکھی ۔ اس کے علاوہ عوارف المعارف اور فصوص الحکم جیسی تصوف کی کتابوں کی شرح لکھی ۔ آپ شیخ اکبر ابن عربی کے پیرو اور وحدت الوجود کے قائل تھے ۔ شیخ عبدالحق محدث ان کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ صوفیہ موحدہ کے علماء میں سے تھے اور علوم ظاہر و باطن کے عالم تھے ۔ انہی کی تفسیر کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانی کا ایک خط ہے، جس میں وہ لکھتے ہیں :۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"مصنف این کتاب خیلے میل بمذہب فلاسفہ دارد و نزدیک است کہ حکیماں را عدیل انبیاء سازد علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات۔ آیت در سورۂ ہود بنظر درآمد کہ بیان آن را بطرز حکماء خلاف طور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کردہ است و تسویہ درمیان قول انبیاء و حکماء دادہ ..... و در مواضع دیگر آیت ہائے قرآنی را موافق مذاق حکماء بیان میکند"۱

عقیدۂ وحدت الوجود میں شیخ علی مہائمی کو اتنا انہماک تھا کہ وہ اپنے ایک رسالے میں لکھتے ہیں کہ یمن میں ایک فاضل شیخ ابن عربی کا مخالف تھا۔ اسے قائل کرنے کے لئے میں نے یمن کا سفر کیا۔ آپ کا انتقال ۱۴۳۱ء میں ہوا۔ مولانا عبدالحی مرحوم نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ "میرے نزدیک ہندوستان کے ہزار سالہ دور میں شاہ ولی اللہ دہلوی کے سوا حقائق نگاری میں ان کا کوئی نظیر نہیں" (آب کوثر)

شیخ علی مہائمی اپنے قصبے مہائم کے قاضی بھی تھے۔

اس دور میں تصوف اور حکمت اور اس کے ساتھ ساتھ علوم دینیہ جس طرح جمع ہو رہے تھے شیخ موصوف کی ذات اس کی ایک مثال ہے۔۲

مولانا مناظر احسن اس زمانے کے "درجہ فضل کی کتابیں" کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ تفسیر و حدیث، فقہ، اصول فقہ کی دینیات میں اور نحو و صرف، ادب، معانی، بیان وغیرہ کی عربیت کے سلسلے میں تعلیم ہوتی

---

۱ آب کوثر ص ۵۱۲

۲ اکبر کے دور سے پہلے ایک صوفی بزرگ شیخ عبدالقدوس گنگوہی گزرے ہیں۔ "آپ کی عمر کا بڑا حصہ ریاضتوں، مجاہدوں، عبادت الٰہی، رشد و ہدایت اور مریدوں کی اصلاح و تربیت میں گزرا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس غیر معمولی علم و فضل کی بناء پر جس سے آپ کو قدرت نے نوازا تھا، آپ نے متعدد کتابیں بھی تصنیف فرمائیں۔

(شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور ان کی تعلیمات۔ اعجاز الحق قدوسی)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھی" باقی جہاں تک معقولات کا تعلق ہے۔ اور جس الزام سے ہندی نظام تعلیم کو بدنام کیا جا رہا ہے، اس کا ان صدیوں میں یعنی ساتویں اور آٹھویں میں پتہ بھی نہیں چلتا۔ انتہا یہ ہے کہ منطق و فلسفہ، ریاضی وغیرہ تو خود کی چیزیں ہیں، علم کلام تک کی کتابوں کا ذکر عام علماء کے نزدیک تدریسی نظام میں نہیں ملتا" اس کے بعد وہ لکھتے ہیں۔

"البتہ آٹھویں صدی جب ختم ہو رہی تھی اور دلی میں لودیوں کے آہنی پنجوں نے پھر ایک مرکزی حکومت قائم کرنے میں کامیابی حاصل کی، تو اس خاندان کے دوسرے بادشاہ سلطان سکندر لودی کے عہد میں ... ایک خاص تعلیمی انقلاب ہوا"

بقول مولانا موصوف "... دو سو سال یعنی سکندر لودھی کے زمانے تک معقولات کا جتنا حصہ ہمارے نصاب میں پایا جاتا ہے، وہ صرف قطبی اور شرح صحائف تک محدود تھا... سکندر لودھی ۸۹۴ھ میں تخت نشین ہوا۔ اس وقت تک یہاں کے نصاب میں منطق اور کلام دونوں علوم کا سرمایہ لے دے کر قطبی اور شرح صحائف پر ختم ہو جاتا تھا"

یہ خاص تعلیمی انقلاب کیا تھا، مولانا موصوف شیخ عبدالحق محدث کا یہ قول سکندری عہد کے متعلق نقل کرتے ہیں:- "از اکنافِ عالم از عرب و عجم بعضے بہ سابقۂ استدعا و طلب، و بعضے بے آں در عہد دولت او تشریف آوردہ توطن ایں دیار اختیار کردند"۔ مزید یہ کہ مولانا مناظر احسن کے الفاظ میں "... اسی زمانے میں ایک خوش باش شخص جمالی دلی میں[۱] تھے۔ خود بھی صاحب علم و بصیرت تھے۔ لکھا ہے کہ:

۱؎ شیخ عبدالحق محدث ان کی نسبت لکھتے ہیں "یگانۂ روزگار و مجمع الطائف بود... اقسام شعر از مثنوی اور قصیدہ و غزل گفتہ..." شیخ ایک درویش منش انسان تھے... عمر کا ایک حصہ بلاد اسلامیہ کی سیر و سیاحت میں گزارا۔ اثنائے سفر میں جن بزرگوں سے ملاقات ہوئی، ان میں سے مولانا جامی، ملا حسین واعظ کاشفی اور مولانا جلال الدین محمد دوانی کے نام قابل ذکر ہیں۔ جمالی کا مشہور ترین شعر جسے علامہ اقبال نے نعت کا بہترین شعر کہا ہے

"موسیٰ ز ہوش رفت بیک پرتوِ صفات ۔۔۔ تو عین ذات می نگری و تبسمی" (آب کوثر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"بزیارت حرمین شریفین مشرف شدہ و مولانا عبدالرحمٰن جامی و جلال الدین محمد دوّانی را علیہ الرحمتہ دریافتہ" (اخبار الاخیار) انہی شیخ جمالی کے صاحبزادے میاں عبدالحی تھے' جنہیں (مبلغ کثیر از ترکہ پدر رسیدہ بود" لیکن ان کا بھی یہی دستور تھا۔ "در زمان افغانان ہر کہ از جنس طالب علم یا شاعر' یا قلندر از ولایت بایں جانب می افتاد در منزل او بود بر ہر یک مہر بانیہا و خدمتہا می کرد"

عہد سکندری کی دلّی میں تعلیم و تعلم اور علم و فن کے بارے میں یہ چہل پہل تھی کہ انہی دنوں ملتان سے شیخ عبداللہ اور شیخ عزیز اللہ دو بھائی پہنچتے ہیں سلہ کوئی خاص تصریح تو نہیں ملی' لیکن غالب گمان یہی ہوتا ہے کہ شیخ عبداللہ و شیخ عزیز اللہ نے لکھی ہے' معقولات کا علم انہی مولانا سماء الدین سے حاصل کیا ہو۔ جب وہ یعنی مولانا سماء الدین بہ یک واسطہ میر سید شریف جرجانی کے شاگرد ہیں تو ظاہر ہے کہ ان عقلی فنون کا ان پر جتنا غلبہ ہو کم ہے" اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ شرح مطالع شرح حکمت العین' شرح مواقف جیسی کتابیں جن میں آخر الذکر دو کتابیں خود میر سید شریف اور اوّل الذکر ان کے استاد قطب الدین رازی کی ہیں' یہاں کے نصاب میں داخل ہوئی ہوں گی۔ خصوصاً شرح مطالع پر جب میر صاحب کا معرکتہ الآراء حاشیہ بھی موجود ہے بلکہ میر جرجانی کے ساتھ ساتھ علامہ تفتازانی کی کتابیں بھی اسی زمانے میں شریک درس ہوئی ہوں' تو کچھ تعجب نہیں ہے۔" سلہ

مغل دور حکومت سے پہلے ہندوستان کی علمی و ذہنی فضا پر بالعموم ماوراء النہر کا اثر زیادہ تھا جہاں منطق و فلسفہ کے مقابلے میں فقہ اور اصول فقہ پر زیادہ زور دیا جاتا تھا۔ البتہ تصوف اور صوفیا کا اثر و نفوذ وہاں بھی تھا' جب ہمایوں نے ایرانیوں کی مدد سے دوبارہ تخت حاصل کیا تو اس سرزمین میں ایرانیوں کا عمل دخل بہت بڑھ گیا۔ اور ایران سے بڑی کثرت میں اہل علم و فضل آنے لگے۔ .... ہمایوں کے بعد

سلہ ۔ اسی قرن میں ملتان کے اندر ہم مشہور معقولی عالم کو پاتے ہیں' جن کا نام مولانا سماء الدین تھا۔ (نظام تعلیم و تربیت)

سلہ ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت جلد اوّل صـ۱۹۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سلسلہ بہت وسیع ہوگیا۔ ایران کے بڑے بڑے شاعر۔۔۔۔ اور قابل مدبر۔۔۔ ہمایوں کے جانشینوں کے عہد میں ہندوستان آئے اور علوم وفنون کی اشاعت اور اسلامی تہذیب و تمدن کی تشکیل میں بہت مفید ثابت ہوئے۔ مغلیہ حکومت کے استحکام اور قرار میں بھی ایرانی ذہانت اور تدبر کو بڑا دخل تھا۔۔۔۔ ہمایوں کے بعد شیعہ حضرات کی ایک کثیر تعداد ایران سے اس زمانے میں آئی، جب وہاں ۱۵۷۶ء میں شاہ اسمٰعیل ثانی نے اہل سنت والجماعت کا طریقہ اختیار کیا اور سنی عقائد کے عارضی فروغ کے دوران برگزیدہ شیعہ علماء اور اکابر پر سختی شروع ہوئی۔ اس کے بعد یہ سلسلہ اور وسیع ہوگیا۔ اور شمالی ہند میں بھی شیعوں کی معقول تعداد ہوگئی، حتیٰ کہ اورنگ زیب کے امرا میں اکثریت شیعوں کی تھی[1]

ایرانی علماء وفضلا اپنے ساتھ منطق و فلسفہ پڑھنے پڑھانے کا شوق بھی ساتھ لائے۔ بقول مولانا مناظر احسن "۔۔۔ معقولاتی کتابوں کے اضافے کا یہ (سکندر لودھی کا) تو پہلا دور تھا۔ اس کے بعد لودیوں کی حکومت ختم ہو جاتی ہے۔ بابر مغل حکومت قائم کرتے ہیں۔۔۔۔۔ ہمایوں کے بعد دور اکبری شروع ہوا۔ مختلف دینی اور عقلی قلابازیوں سے گزرتے ہوئے اکبر کا دربار صرف فلسفہ وحکمت کا دربار بن گیا[2]۔ مثال کے طور سے ایک ایرانی عالم میر فتح اللہ شیرازی تھے۔ انہیں اکبر نے "درمنصب وزارت باراجہ ٹوڈرمل شریک ساختند" ان کے بارے میں مولانا غلام علی آزاد فرماتے ہیں:۔ تصانیف علمائے متاخرین ولایت (ایران وخراسان وغیرہ) مثل محقق دوانی و میر صدرالدین، و میر غیاث منصور و مرزا جان میر (فتح اللہ شیرازی) در ہندوستان آورد" صرف یہی نہیں کہ ان ولائتی مشہور معقولیوں کی کتابیں وہ ہندوستان لائے۔۔۔۔ انہی میر فتح اللہ نے ان مصنفین کی کتابوں کو (بقول مولانا غلام علی آزاد)

"درحلقہ درس انداخت۔"

---

[1] رود کوثر ص ۳۲

[2] ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت جلد اول)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اگرچہ سکندر لودھی کے زمانے میں، جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، ملتان سے شیخ عبداللہ اور شیخ عزیزاللہ معقولات کا ذخیرہ لائے تھے، لیکن مولانا مناظر احسن کے الفاظ میں "ایران سے عقلیت کے جس طوفان کو میر فتح اللہ شیرازی ہندوستان لائے، اسے تو سلطنت کی صرف پشتیبانی ہی نہیں حاصل تھی بلکہ حکومت کے اساطین و اراکین کے گھر گھر میں ایک ایک بچے کو میر صاحب یہ شیرازی شراب پورے انہماک سے پلا رہے تھے... مولانا غلام علی آزاد نے لکھا ہے۔ "ازاں عہد (از عہد فتح اللہ شیرازی) معقولات را رواجے دیگر پیدا شد" مولانا غلام علی نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس "رواج دیگر" کا بڑا موثر سبب یہی تھا کہ میر صاحب نے کثرت سے اس ملک میں اپنے شاگرد پیدا کر دیئے۔"

اور بقول مولانا سید مناظر احسن گیلانی

یہ تھا ہمارے تعلیمی نصاب کا دوسرا انقلابی دور

مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم نے ایک دفعہ مسلمانوں کے ہاں اس دور آخر میں حکمت و فلسفہ کی ترویج کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا تھا [1]

"شروع شروع میں مسلمانوں کے ہاں افلاطون اور ارسطو کی کتابوں کے ترجمے ہوئے پہلے تو ان اجنبی افکار کو مردود قرار دیا گیا۔ اور ان کی ترویج دین کی مخالفت سمجھی گئی۔

"اصحاب قدامت نے یونانی فلسفہ کی اساساً و کلیتہً مخالفت کی۔ اور اس کی تعلیم اور اشاعت کو ملعون ٹھہرایا۔ معتزلہ نے یونانی فلسفہ کو پڑھا، لیکن اسے اپنے فکر کے تابع کیا اور جو چیز ان کے فکر کے مطابق نہ تھی، اسے رد کر دیا۔ اس سے علم کلام کی نشو و نما ہوئی۔ اور وہ علوم اسلامیہ میں ایک اہم علم بن گیا۔ اس کے بعد مسلمانوں میں حکماء کی ایک جماعت پیدا ہوتی ہے، جو اپنی ذہنی آزادی کو برقرار رکھتے ہوئے اس فلسفہ کو پڑھتی ہے۔ میرے خیال میں اس رجحان کو پیدا کرنے میں صوفیہ کا

---

[1] مولانا مرحوم کی اس گفتگو کو ضبط تحریر میں لاتے وقت، ہو سکتا ہے راقم الحروف سے فرو گزاشت ہو گئی ہو ــــــ محمد سرور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بڑا حصہ ہے"

تاتاریوں کے بعد ایران میں فلسفہ و منطق کا فروغ کیسے ہوا، اسی سلسلے میں اجمالاً مولانا سندھی نے یوں بیان فرمایا۔

"محقق نصیرالدین طوسی[1] نے ابن سینا کی کتابوں کا خلاصہ تجرید کے نام سے کیا۔ محقق طوسی شیعہ تھا۔ اس نے تجرید کی ترتیب میں شیعی فکر کو پیش نظر رکھا۔ تجرید کی شرح ایک سنی عالم علامہ علی قوشجی نے کی۔ اس شرح کو دو عالموں علامہ جلال الدین دوانی اور صدرالدین الاشتگی نے موضوع بحث بنایا۔ اور اس پر حاشیے لکھے۔ دوانی سنی تھا اور صدرالدین شیعہ اور دونوں نے اس کتاب کی اپنے اپنے نقطہ نظر سے تشریح کی۔ پہلے دوانی نے حاشیہ لکھا اس کا جواب صدرالدین نے دیا، پھر دوانی نے اس کے جواب میں حاشیہ لکھا، جس کا پھر جواب دیا گیا۔ اور جواب کا جواب دوانی نے دیا۔ اور اس طرح دوانی کے شرح تجرید پر تین حاشیے ہو گئے۔

"فلسفہ کی یہ کتابیں اس زمانے کے بعد اہل علم کے لئے غایت تحصیل بن گئیں اور ان کو نصاب کے طور پر پڑھایا جانے لگا۔ واقعہ یہ ہے کہ ارسطو کے فلسفے کو سمجھنے کے لئے ان کتابوں سے بڑی مدد مل سکتی ہے، دوانی اور صدرالدین دونوں مذہب کے موید ہیں۔ اس لئے ان کا فکر اشراقیت کا انکار نہیں کرتا۔ چنانچہ دونوں کے افکار میں افلاطونیت کا اثر موجود ہے۔ اور یہ اثر انہوں نے فارابی سے لیا تھا۔ جو ابن سینا سے پہلے گزرا ہے۔

"نصیرالدین طوسی کے ایک ممتاز شاگرد علامہ قطب الدین شیرازی تھے۔ ان کے بعد ان کے دو شاگرد علامہ عضدالدین اور علامہ قطب الدین رازی مشہور ہوئے۔ ان دونوں سے تفتازانی اور سید شریف کو تلمذ حاصل ہے۔ اور ان دونوں کے دو واسطوں سے دوانی شاگرد ہیں۔ اس طرح دوانی طوسی کی حکمت کے وارث ہوتے ہیں۔ دوانی سے تین واسطوں سے میرزا زاہد اُن کے شاگرد ہیں اور میرزا زاہد ہروی سے

---

[1] یہ ہلاکو کے مقربین میں سے تھے، انہوں نے اس کے لئے ایک رصدگاہ بنائی تھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شاہ عبدالرحیم اور شاہ ابوالرضا محمدؒ (شاہ ولی اللہؒ کے والد اور چچا) نے حکمت پڑھی"

الغرض برصغیر میں معقولات کے ساتھ ساتھ علوم تصوف اور علوم دینیہ کا یہ سلسلہ صدیوں تک جاری رہا، یہاں تک کہ وہ دور آتا ہے، جس میں شاہ ولی اللہ صاحب پیدا ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں مولانا گیلانی لکھتے ہیں۔

..... اکبر اور اکبر کے بعد ہم جہاں تک مستقبل کی طرف بڑھتے چلے آتے ہیں ہندوستان کے عام اہل علم پر معقول کا رنگ نظر آتا ہے کہ زیادہ گہرا ہوتا چلا گیا ہے۔ اور تو اور سیدنا الامام حضرت مجدد سرہندی قدس اللہ سرہٗ نے حالانکہ جو کچھ لکھا ہے، عقلیت کے اسی رنگ کو پھاڑنے کے لئے لکھا ہے، لیکن عقلیت کے خلاف ان کا سارا کلام جیسا کہ پڑھنے والوں پر مخفی نہیں، سراسر عقلی رنگ میں ڈوبا ہوا ہے۔ یہی حال حضرت شاہ ولی اللہ اور مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہم جیسے بزرگوں کا ہے کہ نشانہ سب کا وہی غلط عقلیت ہے، جس میں لوگ مذہب کے باب میں بھی مبتلا ہو جاتے ہیں، لیکن عقلیت کی تردید جب تک خود اسی عقلیت کی راہ سے نہیں کی گئی۔ اس تردید کو اپنے زمانے میں کبھی پذیرائی میسر نہیں آئی۔

سلطان علاء الدین خلجی متوفی ۷۱۶ھ کے عہد میں امیر خسرو نے دہلی کا نقشہ یوں کھینچا ہے

خوشا ہندوستان و رونق دیں ‎ ‎ ‎ ‎ شریعت را کمال عزّ و تمکیں

ز علم با عمل، دہلی بخارا ‎ ‎ ‎ ‎ ز شاہاں گشتہ اسلام آشکارا

مسلمانان بہ نعمانی روش خاص ‎ ‎ ‎ ‎ ز دل ہر چار آئین را بہ اخلاص

نہ کیں با شافعی نے مہر با زید

جماعت را و سنت را بجاں صید

© rasailojaraid.com